Dr Md. Monauwar Alam
Deptt of Urdu
R. N. College, Pandaul
8/5/2020

URDU
D II (MB)
Topic:- Ghazal Kaleem Ajiz

کلیم عاجز کی غزل

کلیم عاجز

کلیم عاجز دورِ حاضر کے اہم غزل گو شاعروں میں شمار کئے جاتے رہے ہیں۔ عاجز بہار کے نالندہ ضلع میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد پٹنہ یونیورسٹی میں تعلیمی خدمات پر مامور ہوگئے۔ ان کی شاعری میں میر کا لہجہ صاف طور پر دکھائی دیتا ہے۔ مگر خود کلیم عاجز کا کہنا ہے کہ وہ میر کے مقلد نہیں ہیں۔ حالانکہ میر کی طرح کلیم عاجز نے بھی اپنے غم کو دنیا کا غم بنا کر اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلیم عاجز کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی غزلیں معاشرے کا آئینہ دار بھی ہیں۔ اسی لئے تو کلیم عاجز کو بہار کا میر بھی کہا جاتا ہے۔

کلیم عاجز ملک کی مشترکہ تہذیب کے حامل معاشرے کے مشاہد بھی ہیں اور عاشق بھی۔ اسی وجہ سے وہ اس کی آئینہ داری بھی کرتے ہیں اور اس کے مٹنے کا افسوس بھی۔ یہی افسوس کبھی احتجاج بن جاتا ہے۔ مگر اس احتجاج میں بھی شیرینی اور لطافت ہے۔ کلیم عاجز نے کم عمری سے ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۴۶ء سے مشاعرے میں اشعار کا جادو جگانے لگے۔ انہوں نے اپنا الگ لب و لہجہ اختیار کیا۔ جب وہ مشاعرے میں پڑھتے تو سامعین مسحور ہو جاتے۔ انہوں نے شاعری پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں ایک "وہ جو شاعری کا سبب ہوا" بہت مشہور ہوئی۔

غزل

مطلع

مرا حال پوچھ کے ہم نشیں مرے سوزِ دل کو ہوا نہ دے
بس یہی دعا میں کروں ہوں اب کہ یہ غم کسی کو خدا نہ دے

یہ شعر عاجز کی غزل کا مطلع ہے۔ اس میں عاجز کہتے ہیں کہ میں نے بہت دکھ اور رنج و الم بھرے دن دیکھے ہیں اسی لئے بہت دکھی ہوں۔ جیسا کہ اس شعر سے صاف ظاہر ہے کہ عاجز کے شعروں میں سوز و گداز ہے۔ وہ اپنے احباب سے کہتے ہیں کہ مجھ سے میرا حال دریافت مت کرو۔ میں تو یہ دعا کرتا ہوں کہ جو غم خدا نے مجھے دیا ہے ویسا کسی اور کو نہ دے۔

شعر

یہ جو زخم دل کو پکا گئے ہم لئے پھرتے ہیں چھپا کے ہم
کوئی نا شناسِ مزاجِ غم کہیں ہاتھ اس کو لگا نہ دے

یہ شعر عاجز کی غزل سے ماخوذ ہے۔ اس میں عاجز کہتے ہیں کہ جتنا غم اور درد ہے ہم نے اپنے دل و جگر میں ایک آگ سی لگی ہے۔ میں تو بس اب خدا سے یہی

دعا کرتا ہوں کہ کوئی مجھ سے میرا حال نہ پوچھے ۔ کیونکہ حال پوچھنے پر میرے تمام زخم ہرے ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے ہم اپنے زخموں کے ساتھ ہی خوشی سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں ۔ خدارا کوئی مجھ سے میرا حال نہ پوچھے ۔

س

تو جہاں ہے آج نکتہ چیں کبھی مدتوں میں رہا وہیں
میرے گرد راہ بلند رہیں مجھے دور ہی سے صدا نہ دے

اس شعر میں کلیم عاجز کہتے ہیں کہ آج لوگ ہم پر طنزیہ تنقید کر رہے ہیں ۔ حالانکہ طنز کرنے والے کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ ہم بھی اسی دور سے گزر رہے ہیں ۔ اس مجھے راستہ چلنے والا فقیر نہ سمجھا جائے ۔ میں اپنے حال پر خوش ہوں ۔ لہٰذا مجھ پر تنقید سے پرہیز کیا جائے ۔

س

شب و تاب عشق کا ہے کرم کہ جمی ہے محفل چشم نم
ذرا دیکھیو اے ہوائے غم یہ چراغ کوئی بجھا نہ دے

یہ شعر کلیم عاجز کی غزل سے لیا گیا ہے ۔ اس میں عاجز فرماتے ہیں کہ میرے دوستو احباب کا کرم ہے کہ میری پرانی یادیں تازہ رہتی ہے ۔ اپنے غموں کو سہارے عاجز زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی رنج و الم نے مجھے جینے کا ہنر سکھایا ہے ۔ اس لئے اس غم سے ہٹ کر میری زندگی دشوار ہے ۔

س

وہ جو شاعری کا سبب ہوا وہ معاملہ بھی عجب ہوا
میں غزل سناؤں ہوں اس لئے کہ زمانہ اس کو بھلا نہ دے

یہ شعر کلیم عاجز کی غزل کا مقطع ہے اس میں عاجز کہتے ہیں کہ میں نے بہت دکھ درد میں زندگی گزاری ہے اور اسی درد کو بیان کرنے کی غرض سے شاعری کا سہارا لیا ہے ۔ کہ کہیں دنیا مجھے اور میرے درد بھرے حالات کو فراموش نہ کر دے ۔ انہوں نے اسی غزل کے مقطع میں اپنی شاعری کا مرکزی خیال پیش کیا ہے ۔ اور اسی مناسبت سے اپنی ایک تصنیف کا نام رکھا "وہ جو شاعری کا سبب ہوا"